قسط (۵)

اسلام کا سیاسی نظام

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو قوم یہود کے پاس بھیجا تو انہوں نے آپؓ کو رشوت دینے کی کوشش کی حضرت عبداللہ نے رشوت کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا کہ:

"تم مجھے حرام کھلانا چاہتے ہو۔ واللہ میں تمہارے پاس اس کی طرف سے آیا ہوں جو مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ اور تم مجھے بندروں اور خنزیروں سے بھی برے لگتے ہو، تاہم میرا تمہیں برا جاننا مجھے تمہارے ساتھ عدل وانصاف قائم کرنے سے نہیں روک سکے گا۔"

اس پر یہود نے کہا کہ اسی عدل وانصاف پر تو زمین وآسمان قائم ہیں!

امیر محمد بن اسماعیل ایک واقعہ سبل السلام میں حضرت علیؓ کے بارے لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی ذرع، جو اونٹ سے گر گئی تھی، ایک یہودی کے پاس پہچان لی۔ یہودی نے کہا کہ ذرع میرے پاس ہے اور میری ہی ہے۔ پھر کہا کہ ہم مسلمانوں کے قاضی سے فیصلہ کراتے ہیں۔ جب دونوں قاضی شریح کے پاس آئے تو قاضی نے حضرت علیؓ کے لیے جگہ خالی کر دی اور حضرت علیؓ قاضی کی جگہ بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا اگر میرے مقابلے میں مسلمان ہوتا تو میں مجلس میں برابری کرتا۔ قاضی نے پوچھا، آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا، میری ذرع اونٹ سے گر گئی تھی جو اس یہودی کے پاس ہے۔ قاضی شریح نے یہودی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ذرع میرے ہاتھ میں ہے اور میری ہے۔ قاضی نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں، ذرع آپ ہی کی ہے،

لیکن عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ دو گواہ لائیں۔ اس پر آپؓ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ اور اپنے غلام قنبر کو بلوایا اور ان دونوں نے آپؓ کے حق میں گواہی دی۔ قاضی شریح نے کہا کہ آپ کے غلام کی گواہی تو قبول ہے لیکن بیٹے کی نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ و حسینؓ کے بارے یہ گواہی نہیں دی کہ وہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں؟ قاضی نے کہا، کیوں نہیں! —— اور اس کے باوجود ذرع یہودی کو دے دی۔ یہودی یہ واقعہ دیکھ کر اس قدر متاثر ہوا کہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اقرار کیا کہ واقعی ذرع حضرت علیؓ ہی کی ہے جو آپؓ کی سواری سے گر گئی تھی تو میں نے اٹھا لی۔ حضرت علیؓ نے وہ ذرع بھی اسے دے دی اور اپنے پاس سے نوسو روپے بھی دیئے۔

اس واقعہ سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عدل و انصاف کو اسلام میں کس قدر اہمیت حاصل ہے۔

عدالتِ فاروقی کا مختصر تذکرہ

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ دنیا میں ایسے خلیفہ گزرے ہیں کہ آپؓ کی حکمرانی کے طریقہ کار اور عدل و انصاف کو غیر مسلموں نے بھی خراج تحسین پیش کیا ہے۔ آپ نے اپنی حکومت اور اسلامی اور غیر اسلامی رعایا کے درمیان عدل و انصاف کے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں، کتب احادیث و تواریخ میں محفوظ ہیں —— ذیل میں ہم ان کا مختصر تذکرہ کریں گے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے ایک دفعہ اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ:

"میں نے اپنے عاملوں کو لوگوں پر اس لیے مقرر نہیں کیا کہ وہ لوگوں کو ماریں یا ان کا مال پکڑیں۔ جس کسی کے ساتھ یہ ظلم کیا جائے وہ میرے پاس آئے، میں اس کو انصاف مہیا کروں گا۔"

اس پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ "اگر کوئی اپنی رعایا کو ادب سکھانے کے لیے مارے تو بھی آپ قصاص ہی لیں گے"؟

آپؓ نے فرمایا، "واللہ، میں اس سے بھی قصاص لوں گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا بدلہ دیا تھا۔"

(جامع الاصول ج ۴ ص ۴۶۷)

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے خطبہ میں جو کچھ ارشاد فرمایا، اس کا عملی مظاہرہ بھی آپؓ کی خلافت میں ہُوا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ جب مصر میں مقیم تھے تو ان کے بیٹے نے ایک قبطی کو مارا۔ قبطی نے امیرالمؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی۔ آپؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ اور ان کے بیٹے کو طلب فرمایا اور قبطی کو کوڑا دے کر کہا، اس کو مارو۔ اس نے حضرت عمروؓ کے بیٹے کو مارا، پھر حضرت عمروؓ کو بھی مارنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا، میرے بیٹے نے ہی تجھے مارا تھا۔ امیرالمؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عمروؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، آپ نے کب سے لوگوں کو غلام بنا رکھا ہے، جبکہ یہ اپنی ماؤں کے پیٹوں سے آزاد پیدا ہوئے تھے؟ (دروس تاریخ اسلامی ج ۲ ص ۳۵)

جریر بن عبداللہ بجلیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس ایک آدمی تھا جو کہ میدانِ جنگ میں دشمن پر زبردست حملہ آور ہوتا تھا۔ جب مجاہدین غنیمت لائے تو حضرت ابوموسیٰؓ نے اسے اس کے حصہ سے کم دیا۔ اس نے پورے حصے کا مطالبہ کیا تو ابوموسیٰؓ نے اسے بیس کوڑے لگوائے اور اس کے سر کو منڈوا دیا۔ اس نے اپنے سر کے بالوں کو اکٹھا کیا اور عمر فاروقؓ کی طرف چل دیا۔ جریرؓ کہتے ہیں کہ میں اس وقت عمر فاروقؓ کے قریب بیٹھا تھا، اس آدمی نے آ کر اپنے سر کے بال نکالے اور امیرالمؤمنین کے سینہ پر پھینک دیے۔ پھر اس نے آپؓ کو پورا واقعہ سنایا تو آپؓ نے ابوموسیٰؓ کو خط لکھا کہ فلاں شخص نے آپ کی شکایت کی ہے۔ اگر آپ نے مجلس میں ایسے کیا ہے تو یہ شخص آپ سے لوگوں کی مجلس میں قصاص لے گا، اور اگر علیحدگی میں آپ نے ایسے کیا ہے، تو اسی طرح آپ سے قصاص لے گا۔ لوگوں نے اس شخص سے

کہا کہ ابو موسیٰؓ کو معاف کر دو، لیکن اس نے کہا کہ میں کسی کے کہنے پر انہیں معاف نہیں کروں گا۔ الغرض جب ابو موسیٰؓ اس کے سامنے قصاص دینے کے لیے بیٹھ گئے تو اس نے اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا کہ: "اے اللہ میں نے انہیں معاف کر دیا۔" (محلی ابن حزم ج ۶ ص ۳۷۵)

آلِ غسان کے بادشاہوں میں سے جبلہ بن ایہم آخری بادشاہ تھا۔ اس نے عمر فاروقؓ کے پاس آنے کی اجازت چاہی اور اجازت ملنے پر اپنے خاندان کے پانچ سو افراد کے ہمراہ بڑی شان و شوکت اور ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ آپؓ کے پاس آیا۔ امیر المؤمنین نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ پھر جب آپؓ نے حج کا ارادہ فرمایا، تو اسے بھی ہمراہ لیا۔ جب وہ طواف کر رہا تھا تو قبیلہ بنو فزارہ کے ایک آدمی نے اس کا تہبند روند ڈالا۔ جبلہ نے پلٹ کر اس کو تھپڑ مارا اور اس کی ناک زخمی کر دی۔ اس آدمی نے حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں استغاثہ کر دیا۔ تو آپؓ نے جبلہ کو طلب کر کے فرمایا، تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اس نے میرا تہبند کھولنے کا قصد کیا تھا، اگر کعبہ کی حرمت نہ ہوتی تو میں اسے قتل کر دیتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، گویا تو نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا ہے، یا تو اس کو راضی کر، ورنہ میں تجھ سے اس کا قصاص لوں گا۔ اس نے کہا، آپ کیا کریں گے؟ آپؓ نے فرمایا، میں حکم کروں گا کہ تمہاری ناک زخمی کی جائے۔ اس نے کہا، وہ رعایا کا ایک ادنیٰ آدمی ہے اور میں بادشاہ ہوں۔ آپؓ نے فرمایا، اسلام نے تجھے اور اس کو برابر کر دیا ہے، اب فضیلت صرف تقویٰ سے ہوگی۔ اس نے کہا، میں سمجھتا تھا کہ اسلام میں میری عزت زیادہ ہو گی۔ آپؓ نے فرمایا، ان باتوں کو چھوڑ، یا تو اسے راضی کر، ورنہ تجھے قصاص دینا ہوگا۔ اس نے کہا، تو میں پھر عیسائی ہو جاتا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا، اس صورت میں تجھے ارتداد کی سزا کے طور پر قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا، مجھے ایک رات کی مہلت دیجئے، میں اپنے معاملہ میں غور کر لوں۔ پھر دونوں قبیلوں سے حضرت عمر فاروقؓ کے دروازے پر اس قدر ہجوم ہوا کہ

لڑائی کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ شام کے وقت حضرت عمرؓ نے اسے اجازت دی اور جب لوگ سو گئے تو وہ اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ مکہ سے کوچ کر کے شام کے ملک پہنچ گیا اور وہاں وہ اور اس کی قوم کے لوگ عیسائی ہو گئے۔
(مقدمہ شرح دیوان حسانؓ بن ثابت، عربی، صـ۲۳)

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ خلافتِ فاروقی میں عدل و انصاف کا کس قدر پاس تھا۔ ہر شخص حضرت عمر فاروقؓ کے پاس عدل و انصاف کے لیے حاضر ہو سکتا تھا اور اس سلسلہ میں بڑے چھوٹے، امیر غریب اور اعلیٰ و ادنیٰ کی کوئی تمیز نہ تھی۔ رعایا اپنے عاملوں کے خلاف امیر المؤمنین کی خدمت میں پیش ہوتی اور اسے نہ تو کسی انتقامی کارروائی کا خطرہ ہوتا اور نہ ہی ظلم و زیادتی کا ڈر، چنانچہ غیر مسلم بھی اہلِ اسلام کے عدل و انصاف کے معترف تھے ——

دروس التاریخ الاسلامی ج ۲ ص ۲۹ پر ہے:

> "شام کی فتوحات میں اجنادین کا واقعہ بھی ہے جو فلسطین کی زمین میں پیش آیا حضرت عمرو بن العاصؓ مقام عربہ پر ٹھہرے ہوئے تھے جب ان کے پاس کمک پہنچی۔ اس موقع پر روم کے ایک سردار نے ایک عربی کو بھیجا کہ مسلمانوں کی خبر لائے۔ یہ شخص جب ان کے ہاں سے واپس لوٹا تو سردار نے اس سے پوچھا، کیا خبر لائے ہو؟ اس نے کہا کہ یہ لوگ رات کو راہب ہوتے ہیں اور دن کو شاہسوار ہوتے ہیں۔ اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرے تو ہاتھ کاٹ دیتے ہیں، اور اگر زنا کرے تو رجم کیا جاتا ہے۔ سردار نے کہا کہ اگر تو سچ کہتا ہے تو زمین کا پیٹ بہتر ہے زمین کی پشت پر ان سے ملاقات کرنے سے۔"

عدل و انصاف کے فوائد

ہر صاحبِ علم و عقل عدل و انصاف کو پسند کرتا ہے، چنانچہ شریعتِ اسلامیہ نے عدل و انصاف پر اہلِ اسلام کو خصوصی توجہ دلائی ہے سید المرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم نے جن سات آدمیوں کو روزِ قیامت عرشِ الٰہی کے سایہ میں جگہ ملنے کی خوشخبری دی، اُن میں سے ایک امامِ عادل یعنی عدل و انصاف کرنے والا حاکم بھی ہے - اور یہ وہ دن ہے جب عرشِ الٰہی کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔
آپؐ نے فرمایا :

"انبیاء کرامؑ علاتی بھائی ہیں، ان کی شریعتیں جدا جدا ہیں لیکن دین ایک ہی ہے۔ میں عیسیٰؑ کے بہت قریب ہوں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ وہ جلد (آسمان سے) اترنے والے ہیں، ان کو پہچان لینا کہ درمیانے قد کے سرخ و سفید رنگت کے ہوں گے۔ آپؑ زرد رنگ کی دو چادروں میں ملبوس ہوں گے، ان کے سر سے قطرے برس رہے ہوں گے اگرچہ تری نہ بھی پہنچے۔ وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، ٹیکس معاف کریں گے، لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے۔ ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے۔ مسیح دجال کو بھی اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں ہلاک کریں گے۔ پھر زمین پر امن و سلامتی ہوگی، یہاں تک کہ شیر اونٹوں کے ساتھ، بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور وہ ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے"۔

(تفسیر ابنِ کثیر جلد اوّل صفحہ ۵۷۸)

اس فرمانِ نبویؐ سے معلوم ہوا کہ عدل و انصاف کا اثر درندے اور موذی جانور بھی قبول کرتے ہیں ــــــ البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۲۵۲ پر ہے:

"موسیٰ بن ایمن کہتے ہیں، شیر، بکریاں اور جنگلی جانور عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت میں ایک ہی جگہ چرتے تھے۔ ایک دن ایک بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کر دیا، میں نے "انا للہ" پڑھا اور کہا کہ نیک آدمی اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔ ہم نے ٹوہ لگائی تو معلوم ہوا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ اس رات فوت ہو گئے تھے"۔

معلوم ہوا کہ دنیا والوں نے اپنی آنکھوں کے ساتھ عدل و انصاف کے اثرات کو دیکھا ہے۔ مزید یہ کہ عدل و انصاف سے اشیاء میں بھی برکت ہوتی ہے۔ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں ایک شخص کا واقعہ لکھتے ہیں کہ اس نے ایک تھیلی پائی جس میں کھجور کی گٹھلی کے وزن کے برابر گندم کے دانے تھے اور اس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ گندم اس زمانہ میں پیدا ہوئی تھی جس زمانہ میں عدل و انصاف کو روا رکھا جاتا تھا۔ (ج ۲ ص ۲۳۵)

علامہ دمیریؒ ایک عجیب واقعہ لکھتے ہیں:

ایک واعظ جلال الدولہ ملک شاہ سلجوقی کے پاس آیا اور اس سے بیان کیا کہ ایران کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ اپنے لشکر سے الگ ہو کر ایک باغ کے دروازہ پر پہنچا اور پانی طلب کیا۔ ایک بچی برتن میں گنے کا ٹھنڈا رس لے کر آئی، وہ پی کر خوش ہوا اور لڑکی سے پوچھا کہ یہ کس طرح نکلتا ہے؟ لڑکی نے بتایا کہ جب گنا پختہ ہو جاتا ہے تو ہم اسے نچوڑتے ہیں اور یہ رس نکل آتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ جاؤ اور مزید رس لے کر آؤ۔ لڑکی چلی گئی تو بادشاہ نے دل میں یہ فیصلہ کیا، اس جگہ پر میں خود قبضہ کر لوں گا اور انہیں کوئی اور جگہ دے دوں گا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہی لڑکی روتی ہوئی واپس آئی اور کہنے لگی کہ ہمارے بادشاہ کی نیت میں فتور آگیا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا، تجھے کیسے معلوم ہوا؟ اس نے جواب دیا، پہلے میں بغیر مشقت کے گنے سے رس نکال لیا کرتی تھی، لیکن اب انتہائی کوشش کے باوجود گنے سے رس نہیں نکلا۔ اس پر بادشاہ نے اپنی نیت درست کر لی، پھر اس لڑکی سے کہا کہ واپس جاؤ، اب اپنی غرض کو پہنچ جاؤ گی۔ لڑکی واپس گئی اور تھوڑی دیر بعد رس لے کر خوشی خوشی واپس آئی (حیاۃ الحیوان ج ۱ ص ۲۱۴)

حقیقت یہ ہے کہ عدل و انصاف سے ہی دنیا آباد ہوتی ہے اور زمین پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عدل و انصاف کا حکم دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپؐ کے خلفائے راشدینؓ نے بھی اپنی اپنی خلافت میں عدل و انصاف کو قائم فرمایا، چنانچہ

ان کی حکومتیں دینا کی مثالی حکومتیں تھیں۔

اسلامی حکومت کا سلطان قوم کا خادم ہوتا ہے

اسلام میں حکومت کا ہر عہدہ جذبۂ خدمتِ خلق کے تحت ہوتا ہے۔ مملکت کے کسی عہدہ دار کو یہ حق نہیں ہوتا کہ وہ اپنی رعایا میں سے کسی کو بلاجواز تکلیف پہنچائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :

"مَن جُعِلَ قاضیا بین الناس فقد ذُبِحَ بغیر سکّین."

(مشکوٰۃ ص ۳۲۴)

"جو شخص لوگوں کے مابین منصف بنایا گیا، وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔"

اس حدیثِ پاک کا مفہوم بیان کرتے ہوئے محدّثین کرامؒ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص پر گراں قدر ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں، جن کی فکر اسے ہر وقت پریشان کیے رکھتی ہے۔ چنانچہ امام مروزیؒ تحریر فرماتے ہیں، سلمؒ اور برنا نامی ایک غلام حضرت عمر فاروقؓ کے پاس آئے تو آپؓ نے فرمایا، رات کو اٹھ کر نمازِ تہجد پڑھا کرو، واللہ! میں تو لوگوں کے غم و فکر کی وجہ سے نہ سو سکتا ہوں اور نہ ہی ٹھیک طرح سے قیام کر سکتا ہوں۔ (قیام اللیل للمروزیؒ)

حضرت سعید بن العاصؓ کہتے ہیں، ایک رات میں عمر فاروقؓ کو چھپ کر دیکھتا رہا، آپ جنت البقیع کی طرف تیز چلے، میں بھی آپؓ کے پیچھے ہو لیا۔ آپؓ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے ہوئے یہ دعا کی: "اے اللہ، میں بوڑھا ہو گیا ہوں، اعضاء کمزور پڑ چکے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ مجھے رعایا کے پھیل جانے کی بھی فکر لاحق ہے۔ اب مجھے اپنی طرف بلا لے، تاکہ میں عاجز نہ ہو جاؤں" —— آپؓ صبح تک یہی دعا کرتے رہے۔

امام ابنِ کثیرؒ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیزؒ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

"جب آپؒ خلیفہ سلیمان کے جنازہ سے واپس لوٹے تو بیعتِ

خلافت آپؒ کے ساتھ موسوم ہو گئی۔ آپ انتہائی پریشان ہوئے آپ کے غلام نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو آپؒ نے فرمایا، مجھے اس بات کا غم ہے کہ مشرق و مغرب میں ہر شخص مجھ سے اپنے حق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ پھر آپ نے اپنی بیوی کو اختیار دے دیا کہ میرے پاس رہنے کا خیال ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ اپنے گھر چلی جاؤ، کیونکہ خلافت کی ذمہ داریوں کی وجہ سے تیرے لیے فراغت نہیں ہو گی۔ پھر وہ رو پڑی ـــ بالآخر اس نے اسی حال میں خلیفہ کے گھر رہنا پسند کر لیا۔"

(البدایہ ج ۹ صـ ۱۹۸)

امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیزؒ ہی سے متعلق البدایہ میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے:

آپؒ کی بیوی فاطمہ کہتی ہیں، ایک دن میں نے آپؒ کو دیکھا کہ آپ مصلّے پر بیٹھے رو رہے ہیں۔ میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا: اے فاطمہ، میں امت کے معاملات کا والی بنایا گیا ہوں میں نے غور و فکر کیا ہے کہ میری رعایا میں بھوکا فقیر، برہنہ مزدور، عاجز یتیم، بے خاوند عورت، مجبور مظلوم، غریب، قیدی، اپنی بوڑھا، تھوڑے مال اور زیادہ اہل و عیال والا بھی ہے۔ یہ لوگ ملک کے اطراف و اکناف میں پھیلے ہوئے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مجھ سے ان کے بارے پوچھے گا اور ان کی طرف سے جھگڑا اللہ تعالیٰ کے دربار میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے، کیونکہ یہ آپؐ کی امت ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ میرے لیے وہاں کوئی حجت نہ ہو گی، مجھے اپنی جان پر ترس آیا ہے تو رو رہا ہوں۔" (ج ۹ ص ۲۰۱)

البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۲۰۴ پر ہے۔ آپؒ کی بیوی فاطمہ خاتون بیان کرتی ہیں "، کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آپ بستر میں ہوتے اور آخرت کو یاد کرتے تو

یوں پھڑپھڑاتے جیسے چڑیا پانی میں پھڑپھڑاتی ہے۔ پھر اٹھ کر بیٹھ جاتے اور رونے لگتے، میں آپ پر لحاف ڈال دیتی اور کہتی، افسوس! ہمارے اور خلافت کے درمیان شرق وغرب کی دوری ہوتی۔ واللہ، جب سے ہم میں خلافت آئی ہے، ہم نے خوشی نہیں دیکھی"!

خلیفۃ الرسولؐ، حضرت ابو بکر صدیقؓ سے متعلق امام ابنِ سعدؒ لکھتے ہیں، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں:

"وفات کے وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا، جب سے ہم مسلمانوں کے والی بنے ہیں، ہم نے ان کا مال نہیں کھایا۔ سادہ روٹی کھائی اور سخت کپڑا پہنا ہے۔ مسلمانوں کے مالِ فے میں سے ہمارے پاس کچھ نہیں، سوائے اس حبشی غلام، پانی لانے والے اونٹ اور اس چادر کے ــــ بیٹی عائشہ! میرے بعد یہ چیزیں عمر فاروقؓ کے پاس بھیج دینا، تاکہ میں بری الذمہ ہو جاؤں" جب یہ سامان فاروقِ اعظمؓ کے پاس پہنچا تو وہ اس قدر روئے کہ زمین تر ہو گئی۔ پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ پر رحم فرمائے، آپؓ نے اپنے بعد والوں کو مشقت میں ڈال دیا ہے"۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کے بارے امام ابنِ کثیرؒ، امام ثعلبیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"زمانہ قحط میں حضرت یوسفؑ سیر ہو کر کھانا نہیں کھاتے تھے تاکہ بھوکے لوگوں کو فراموش نہ کر بیٹھیں، دوپہر کے وقت صرف ایک لقمہ تناول فرماتے ــــ میں کہتا ہوں، عام رمادہ (قحط کے سال) عمر فاروقؓ بھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھاتے تھے، یہاں تک کہ قحط ختم ہوا اور خوشحالی آگئی"۔ (البدایہ ج ا ص ۲۱۹)

طبقات ابنِ سعد میں ہے:

"(عمر فاروقؓ کے بارے مسلمانوں کو فکر لاحق ہوئی، چنانچہ) وہ کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ رمادہ کے سال قحط کو ختم نہ کرتے تو

عمر فاروقؓ مسلمانوں کے غم میں ہلاک ہو جاتے۔" (ج ۲ ص ۲۱۵)

عمر فاروقؓ نے اپنے بعد خلافت کے لیے چھ افراد کو منتخب فرمایا، لوگوں نے کہا کہ اپنے بیٹے عبداللہ (بن عمرؓ) کو بھی ان میں شامل فرما دیں، تو آپؓ نے جواباً فرمایا:

"میں نے اللہ تعالیٰ سے خلافت کے بارے کبھی خواہش نہیں کی، اور نہ ہی میرے لیے اس بات میں رغبت ہے کہ اپنی اولاد کے لیے اس کی خواہش کروں۔" (فتح الباری ج ۷ ص ۶۷)

یعنی میں نے والیٔ سلطنت بن کر جو تکالیف برداشت کی ہیں ان میں اپنی اولاد کو نہیں ڈالنا چاہتا، کیونکہ خلافت ایک بوجھ ہے۔

امام ابن کثیرؒ، عمر فاروقؓ کی غذا کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عام رمادہ میں آپؓ صرف روٹی اور تیل ہی استعمال فرماتے تھے، جس سے آپؓ کا جسم سیاہی مائل ہو گیا تھا۔ فرماتے تھے، اگر میں سیر ہو کر کھاؤں اور لوگ بھوکے رہیں تو میں بدترین والیٔ حکومت ہوں گا ——— رونے کی وجہ سے آپؓ کے چہرہ پر دو سیاہ نشان پڑ گئے تھے۔" (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۳۵)

آپؓ نے خود بیان فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے مال سے میرے لیے صرف دو چادریں حلال ہیں، ایک گرمیوں اور ایک سردیوں کے لیے ——— یا پھر میرے اہل و عیال کا روزینہ (جو عام قریشی کے برابر تھا)۔" (ایضاً ص ۱۳۴)

حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں:

"امیر المؤمنین کے کندھوں کے درمیان قمیص پر چار پیوند لگے ہوئے تھے، جبکہ آپؓ کے تہبند پر چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا۔ ایک دفعہ آپؓ نے منبر پر خطبہ دیا تو آپؓ کے تہبند پر بارہ پیوند گنے گئے۔ حج پر آپؓ نے سولہ دینار خرچ کیے تو اپنے بیٹے سے فرمایا، ہم نے بہت اسراف سے کام لیا ہے۔" (ایضاً)

ایک دن عمر فاروق ؓ نے خطبہ دیا، اس حال میں کہ آپ ؓ پر دو کپڑے تھے. آپ ؓ نے فرمایا، "تم سنتے کیوں نہیں ؟" حضرت سلمان ؓ نے کہا، "ہم نہیں سنیں گے!" آپ ؓ نے وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا، "ہم پر تو آپ نے ایک ایک چادر تقسیم کی ہے، آپ کے پاس دو کیوں ؟" اس پر آپ ؓ نے اپنے بیٹے کو بلایا اور فرمایا، "میں تجھ سے حلفاً پوچھتا ہوں، جو چادریں نے باندھی ہوئی ہے، کیا وہ تیری نہیں ؟" انھوں نے کہا، "جی ہاں میری ہے۔" تب مسلمانوں نے کہا، "اب کہیے، ہم سنیں گے!" (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۱۶۱)

امام ابن عبد البر ؒ حضرت علی ؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں :

"حضرت علی ؓ مالِ فے کے تقسیم کرنے میں حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے طریقہ پر چلتے تھے۔ جب مال آتا تو بیت المال میں نہ رکھتے بلکہ اسے خرچ کر دیتے۔ آپ کہا کرتے تھے، "اے دنیا کسی اور کو دھوکے میں مبتلا کرنا!" کسی دوست یا قریبی کو تقسیمِ مال میں ترجیح نہ دیتے اور عہدہ دار ایسے مقرر فرماتے جو صالح، دیانت دار ہوتے جب کسی عہدہ دار کے متعلق خبر ملتی کہ وہ خیانت کا مرتکب ہوا ہے تو اسے لکھتے :

"قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ بَقِيَّةُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝ — اذا جاءك كتابي هذا فاحتفظ بما في يدك من اعمالنا حتى نبعث اليك من يتسلمه منك ثم يرفع طرفه الى السماء فيقول اللهم انك تعلم مالم امرهم بظلم خلقك ولا بترك حقك۔" (الاستیعاب ج ۳ ص ۱۱۱)

"تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے، تو ماپ پورا کرو اور ترازو میں انصاف کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد نہ کرو۔ اللہ کا دیا ہوا

تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم ایماندار ہو اور میں تم پر نگران نہیں ہوں ـــــ اور جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو ہمارے دیئے ہوئے عہدہ کی حفاظت کرنا، یہاں تک کہ ہم ایسے آدمی کو تیرے پاس بھیجیں جو تجھ سے اسے حاصل کرے۔ پھر اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھاتے اور کہتے: اے اللہ، تو جانتا ہے کہ میں نے ان (عہدہ داروں) کو تیری مخلوق پر ظلم اور تیرے حق کو چھوڑنے کا حکم نہیں دیا"!

مزید لکھتے ہیں:

"حضرت حسنؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے صرف آٹھ یا سات سو درہم چھوڑے تھے جو کہ آپؓ کے عطیہ سے بچ گئے تھے تاکہ اپنے گھر کے لیے ایک نوکر رکھ سکیں۔ لباس اور کھانے میں آپؓ کی سادگی بڑی مشہور ہے۔" (ایضاً ص ۱۱۱۲)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۱۴ پر امیرالمؤمنین حضرت علیؓ کے تہبند خریدنے کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ:

"ابوحیانؒ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں، میں نے امیرالمؤمنین حضرت علیؓ کو سنا، آپؓ منبر پر فرما رہے تھے: "کون مجھ سے میری تلوار خریدے گا؟ اگر میرے پاس تہبند خریدنے کی قیمت ہوتی تو میں اسے فروخت نہ کرتا۔" ایک آدمی نے اٹھ کر کہا، "ہم آپ کو ادھار دے دیتے ہیں تاکہ آپ تہبند خرید لیں!" ـــــ امام عبدالرزاقؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت آپؓ کے پاس شام کے علاوہ پوری دنیا کی حکومت تھی۔"

امام ابنِ کثیرؒ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق البدایہ والنہایہ، ج ۹ ص ۲۱۴ پر لکھتے ہیں:

"مسلمہ بن عبدالملک لکھتے ہیں، میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس گیا، اس وقت آپ بیمار تھے اور آپ کے جسم پر ان سلی قمیص تھی۔ میں نے

آپ کی بیوی سے کہا کہ امیر المؤمنین کی قمیص کو دھو ڈالیے، انہوں نے کہا، واللہ! اس کے علاوہ امیر المؤمنین کی کوئی قمیص نہیں۔ پھر وہ رو پڑیں، امیر المؤمنین بھی رو پڑے اور آپ کے ساتھ آپ کے گھر والے بھی! ـــــ جب خاموش ہوئے تو آپ کی بیوی فاطمہ نے کہا، امیر المؤمنین آپ کیوں روئے تھے؟ آپ نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے مخلوق کا حاضر ہونا یاد کیا ہے، جب کہ ایک گروہ جنت میں ہوگا اور دوسرا گروہ جہنم میں! ـــــ یہ کہہ کر آپ بیہوش ہو گئے!"

ہم نے بلا ترتیب، خلفائے اسلام کے واقعات کو اہلِ سنّت کی مستند کتب سے نقل کیا ہے۔ ان واقعات کو بغور پڑھنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مفہوم بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے کہ "جو شخص قاضی یا فیصل بنایا گیا، وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا!" ـــــ چنانچہ خلفائے اسلام خلافت کی بناء پر خواہش پرستی یا عیش وعشرت نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کی زندگیاں رعایا کے عام فرد جیسی ہوتی تھیں ـــــ حصولِ امارت سے پہلے یہ لوگ اچھی اور خوشحال زندگی بسر کرتے تھے، لیکن جب حکومت کی ذمہ داری ان پر پڑتی تو ان کی زندگی عام رعایا سے بھی بڑھ کر سادگی والی ہو جاتی۔ یہ ان لوگوں کے حالات ہیں جن کے قدموں کے نیچے روئے زمین کے خزانے موجود تھے ـــــ اسلامی سیاست کا یہ باب کس قدر روشن ہے کہ خلفائے اسلام نے حصولِ عہدہ کی نہ کبھی خواہش کی اور نہ ہی اس کی کوشش کی، ہاں جب مسلمانوں نے انہیں اس عہدہ پر مقرر کر دیا تو انہوں نے امانت سمجھ کر اس عہدہ کے لیے اپنے آپ کو وقف فرما دیا۔ خلافت ان کے لیے نفع بخش ثابت نہ ہو سکی، بلکہ وہ مجبورِ محض ہو کر رہ گئے ـــــ نہ ان کو اس سے خوشی حاصل ہوئی اور نہ ہی انہوں نے اپنے بعد اپنی اولاد کے لیے اسے پسند فرمایا!

آج کے سیاستدانوں کا حال

آج کل سیاستدانوں یا حکومت کے عہدہ داروں کو جو مشاہرات ملتے،

یا لامحدود مراعات حاصل ہوتی ہیں، اسلامی سیاست کا یہ طریق کار نہیں اور نہ ہی اسلام میں اس ظلم وستم کا تصور موجود ہے۔ ملک وقوم کی خدمت اگر سلطنت کے وفادار ملازم کی حیثیت سے کی جاتے تو مناسب مشاہرہ ناجائز نہیں لیکن تنخواہ کے ساتھ لامحدود مراعات، جو کہ اسلامی مملکت کے دوسرے افراد کو میسر نہیں، انہیں صرف چند عہدہ داروں کے لیے مخصوص کر لینا اور پھر انہیں ہر قسم کا تحفظ دینا ملک وملت کی کون سی خدمت ہے؟ پھر مشاہرات کا غیر مناسب توازن بھی قابلِ غور ہے، جبکہ اسلامی مملکت میں ہر فرد کو زندگی کی بنیادی ضروریات مہیا ہوتی ہیں۔ آج کے اراکینِ اسمبلی ملک وقوم کا خون جس طرح پیتے ہیں، یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اگر یہ لوگ سیاست کرنا چاہتے ہیں تو کیا یہ ضروری ہے کہ ملک کے خزانہ سے بلا مقصد وضرورت اس قدر رقوم حاصل کریں کہ غریب عوام ٹیکسوں کے ناقابلِ برداشت بوجھ تلے پس کر رہ جائیں؟ یہ اسلامی سیاست نہیں، بلکہ غیر اسلامی سیاست کی نقالی کا اثر ہے۔

امام ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ اور امام ابن سعدؒ نے طبقات الکبریٰ میں حضرت عثمانؓ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ جب آپؓ کو شہید کیا گیا، آپؓ کے خزانچی کے پاس لاکھوں درہم موجود تھے جو بلوائیوں نے لوٹ لیے۔ اونٹ اور گھوڑے اس کے علاوہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو دولت کی فراوانی سے نوازا تھا، اور آپؓ خود بیان فرماتے ہیں کہ "جب سے مسلمان ہوا ہوں، ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتا ہوں۔" (البدایہ ج ۷، ص ۱۸۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ مسلمانوں کے بیت المال سے کوئی وظیفہ نہیں لیتے تھے — لہٰذا موجودہ دور کے سرمایہ دار سیاستدانوں کو اپنے ملک کی خدمت بلا معاوضہ اور بلا مراعات کرنی چاہیے، تاکہ اسلامی سیاست کے تقاضے پورے ہو سکیں۔

(جاری ہے)